AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نبوی ﷺ معاشرتی انصاف کا نظام: باہمی مساوات اور سماجی تعمیرِ نو کا تجزیاتی مطالعہ

The Prophetic System of Social Justice (PBUH): An Analytical Study of Mutual Equality and Social Reconstruction

Dr. Atiq ur Rahman
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.

Abstract
This research paper examines the Prophetic system of social justice (PBUH), focusing on the principles of mutual equality and social reconstruction. The study aims to analyze the Prophet's approach to social justice, highlighting the importance of equality, fairness, and compassion in building a just and equitable society. The paper explores the Prophetic teachings and practices that promote social justice, including the protection of human rights, the promotion of economic equality, and the eradication of social evils. It also discusses the role of the Prophetic system in addressing contemporary social challenges and promoting social reconstruction. The study concludes that the Prophetic system of social justice provides a comprehensive framework for building a just and equitable society, emphasizing the importance of mutual equality, compassion, and social responsibility.

Keywords Prophetic system, social justice, mutual equality, social reconstruction, Islamic teachings

مبحثِ اوّل: سیرت النبی ﷺ میں تصورِ عدلِ اجتماعی: اخلاقی اساسات اور تمدنی مظاہر

سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے میں عدلِ اجتماعی محض ایک اخلاقی قدر یا مجرد تصور نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تمدنی و دینی نظام کی اساس کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوتِ توحید جہاں ایمان و عبادت کے باب میں انقلاب آفریں تھی، وہیں معاشرتی سطح پر عدل و انصاف کے اصولوں کو از سرِ نو مرتب کرنے کا مظہر بھی تھی۔ قرآنِ مجید نے عدل کو انسانی اجتماع کے توازن اور الٰہی نظم کے استقرار کے لیے محورِ اساسی قرار دیا، اور سیرتِ طیبہ ﷺ نے اس قرآنی نظریے کو عملی وجود عطا کیا۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی اولین تشکیل میں عدل وہ محور بن کر ابھرا جس کے گرد سیاست، قانون، معیشت اور سماجی نظم کا ہر دائرہ گھومتا نظر آتا ہے۔

عدلِ اجتماعی کی قرآنی و نبوی ﷺ تعبیرات

قرآنِ کریم عدل کو ایمان کے بعد انسانی معاشرے کا اعلیٰ ترین خلق قرار دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[1]=

"بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"

[1] Al-Naḥl 16:90

یہ آیت اُس قرآنی مزاج کی نمائندہ ہے جو عدل کو محض قانونی یا قضائی تقاضا نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی فریضہ بھی قرار دیتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ آیت اس طرح عملی صورت اختیار کرتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے عدل کو اپنے نظمِ اجتماعی کی بنیاد بنایا، خواہ وہ قبیلہ، خاندان، طبقہ یا مذہب کے کسی امتیاز سے متعلق کیوں نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا[2].

"تم سے پہلے کی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

یہ حدیث اس اصولِ عدل کا آئینہ دار ہے جس میں قانون کی بالادستی ہر طرح کے رشتہ، نسب اور سماجی امتیاز سے بالاتر رکھی گئی۔ سیرتِ نبوی ﷺ کے اس اسوہ میں عدل محض سزا و جزا کے دائرے تک محدود نہیں بلکہ ریاستی نظم کے اندر مساواتِ انسانی کے عملی ضابطے کے طور پر جلوہ گر ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں عدل و انصاف کے اخلاقی و قانونی پہلو

رسولِ اکرم ﷺ نے عدل کو انسانی وقار، حقوق کی حفاظت اور تمدنی سلامتی کے لیے بنیاد قرار دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[3]

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

اس ارشادِ نبوی ﷺ میں عدل کا اخلاقی پہلو اپنی انتہا کو پہنچتا ہے جہاں اقتدار کو امانت اور ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے، نہ کہ تسلط کے آلے کے طور پر۔ عدل کی یہ تعبیر ایک ایسا اجتماعی شعور پیدا کرتی ہے جس میں ہر فرد اپنے اختیار میں انصاف کے ذمہ دارانہ استعمال کا پابند قرار پاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے عدل کے اسی اصول کو سیاسی نظم کی اساس کے طور پر بیان کیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا، اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[4]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

---

[2] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 3: 1315

[3] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafīya, 1320 AH), 9: 89

[4] Al-Māʾida 5:8

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ آیت سیرت نبوی ﷺ کے اُس رویے کی بنیاد بن جاتی ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کے برتاؤ کو لازم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا معاملہ قریشِ مکہ، یہودِ مدینہ، اور حتیٰ کہ منافقین کے ساتھ بھی اسی قرآنی میزان پر قائم رہا۔

نبوی ﷺ اصلاحات کے نتیجے میں معاشرتی انصاف کی تشکیلِ نو

سیرتِ طیبہ ﷺ کا سب سے نمایاں تمدنی کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرتی عدل کے تصور کو نہ صرف مذہبی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا بلکہ اسے سماجی ساخت میں بھی جذب کر دیا۔ غلاموں، عورتوں، اور غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری اس تشکیلِ نو کا حصہ تھی۔

تاریخ کے معتبر محقق مونٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

> "The Prophet's concept of justice transformed the Arabian tribal society into a moral community governed by equality and mutual responsibility."[5]
>
> "نبی ﷺ کے عدل کے تصور نے عربی قبائلی معاشرے کو مساوات اور باہمی ذمہ داری پر قائم ایک اخلاقی برادری میں بدل دیا۔"

یہ رائے اس امر کی تائید کرتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں عدل کوئی مجرد اخلاقی نعرہ نہیں بلکہ اجتماعی تنظیمِ نو کا بنیادی عامل تھا۔ آپ ﷺ کے عدل نے سماجی تفریق، طبقاتی نظام اور قبائلی جبر کی جڑیں کاٹ دیں اور امت کو قانون، مساوات اور رحمت کے رشتے میں پرو دیا۔ یہی وہ عدلِ اجتماعی ہے جو اسلامی تہذیب کے فکری اور تمدنی ارتقا میں مرکزیت اختیار کرتا ہے: ایک ایسا عدل جو روحانی تقویٰ اور معاشرتی مساوات کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے، اور جو آج بھی انسانی معاشروں کے لیے ایک ہمہ گیر اخلاقی و قانونی ماڈل فراہم کرتا ہے۔

مبحثِ دوم: سیرت النبی ﷺ اور مساواتِ انسانی کا نظری و عملی تناظر

سیرتِ نبوی ﷺ میں مساواتِ انسانی کا تصور محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک ایسی تمدنی و فکری اساس ہے جس نے انسانی وقار، عدلِ اجتماعی اور روحانی مساوات کے اصولوں پر ایک نئی تہذیبی ساخت قائم کی۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت اُس دور میں ہوئی جب انسانوں کے درمیان رنگ، نسل، قبیلہ اور طبقہ انسانیت کی بنیادوں کو پارہ پارہ کر چکے تھے۔ عرب معاشرہ قبائلی تفاخر، نسلی امتیاز اور طبقاتی غرور کے حصار میں جکڑا ہوا تھا۔ ایسے ماحول میں نبی ﷺ نے مساوات کو ایمان کے بنیادی تقاضوں میں شامل کرتے ہوئے انسانی رشتوں کی نئی تعبیر پیش کی، جس کی بنیاد نہ خون پر تھی نہ نسب پر، بلکہ تقویٰ اور اخلاق پر تھی۔

مساواتِ انسانی کے فکری اصول اور سیرت النبی ﷺ کی تعبیر

قرآنِ مجید نے انسان کی خلقت اور اس کے مابین تعلق کی بنیاد کو صریح الفاظ میں واضح کیا:

> يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[6]

---

[5] Watt, W. Montgomery, Muhammad at Medina (Oxford: Clarendon Press, 1956), 88
[6] Al-Ḥujurāt 49:13

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے ک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔"

یہ آیت انسانیت کی فکری وحدت اور اس کی اخلاقی مساوات کا دائمی منشور ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہی نظریہ عملی صورت میں ابھرتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ایمان کو رنگ و نسل سے بلند کیا، اور اسلام کو وہ نظام بنایا جس میں بندگی کا شرف ہی انسانی برتری کا معیار ٹھہرا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ[7]

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ۔"

یہ اعلان انسانیت کی فکری تاریخ میں مساوات کا سب سے جامع منشور ہے، جس نے نسلی تفاخر اور قبیلوی امتیاز کے تمام صنم توڑ دیے۔ نبی ﷺ نے مساوات کو محض وعظ نہیں بنایا بلکہ اپنی معاشرتی و سیاسی پالیسیوں کے ذریعے اس کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

قبیلوی، نسلی اور طبقاتی امتیازات کا ازالہ اور نبوی ﷺ حکمتِ عملیاں

اسلامی معاشرت کی تنظیم میں نبی اکرم ﷺ نے ان تمام طبقات کو برابر حیثیت دی جو قبل از اسلام محرومی اور ظلم کا شکار تھے۔ غلاموں، غیر قریشیوں، اور غیر عربوں کو وہ عزت و مقام ملا جو عرب دنیا میں ناقابلِ تصور تھا۔ حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ، سلمان فارسیؓ اور زید بن حارثہؓ جیسے افراد نہ صرف مساوی شہری بنائے گئے بلکہ ان میں سے بعض کو قیادت اور مشاورت کے مناصب تک پہنچایا گیا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب کا قول سیرتِ نبوی ﷺ کے اسی انقلابی پہلو کا آئینہ دار ہے:

متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً[8]

"تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا؟"

یہ طرزِ فکر اس مساواتی شعور کا تسلسل ہے جو نبی ﷺ کی تعلیمات سے پیدا ہوا: ایک ایسا شعور جو انسان کی ظاہری حیثیت سے قطع نظر صرف اخلاق تقویٰ اور انسانی شرف کو بنیاد بناتا ہے۔

مساوات کے عملی مظاہر: مواخاتِ مدینہ، حلف الفضول، اور خطبۂ حجۃ الوداع کے پیغامات

سیرتِ نبوی ﷺ میں مساوات کے عملی مظاہر سب سے نمایاں طور پر مواخاتِ مدینہ میں جلوہ گر ہیں، جہاں نبی ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان ایسا برادرانہ تعلق قائم کیا جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کا مثالی نمونہ بن گیا۔ اس نظام نے سماجی امتیازات کو مٹا دیا اور معاشی و روحانی برادری کی ایک نئی بنیاد رکھی۔

[7] Aḥmad ibn Ḥanbal, Musnad Aḥmad (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1313 AH), 5: 411
[8] Ibn ʿAbd al-Ḥakam, Futūḥ Miṣr wa al-Maghrib (Cairo: Dār al-Fikr, 1920), 89

حلف الفضول جس میں نبی ﷺ جوانی کے دور میں شریک ہوئے، مساواتِ انسانی کی اخلاقی بنیادوں کا ابتدائی مظہر تھا۔ اس عہد میں ظلم و ناانصافی کے خلاف اجتماعی عزم کا اظہار کیا گیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد فرمایا:

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ، وَلَوْ دُعِيتُ إِلَيْهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ[9]

"میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک معاہدے میں شرکت کی جس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دے دیے جائیں تو میں اسے ترک نہ روں، اگر اسلام میں مجھے ایسے معاہدے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔"

یہ روایت نبوی ﷺ بصیرت کا مظہر ہے کہ مساوات و انصاف کسی مخصوص مذہبی یا سیاسی گروہ تک محدود نہیں بلکہ انسانیت کی مشترکہ قدر ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع مساواتِ انسانی کا وہ عظیم ترین منشور ہے جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے انسانی تاریخ کے تمام امتیازات کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا[10].

"اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں، جیسے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔"

یہ خطبہ مساواتِ انسانی، تحفظِ حقوق، اور حرمتِ انسانیت کا ابدی دستور بن گیا۔ مغربی مستشرق W. Montgomery Watt اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The Farewell Sermon was the Prophet's universal proclamation of human equality, which transcended race, class, and tribe."[11]

"خطبۂ حجۃ الوداع نبی ﷺ کا وہ عالمی منشور تھا جس نے نسل، طبقہ اور قبیلہ کے تمام امتیازات سے بالاتر انسانی مساوات کا اعلان کیا۔"

سیرتِ نبوی ﷺ کا مساواتی تصور یوں انسانی تاریخ میں ایک ایسا اخلاقی و تمدنی انقلاب بن کر ابھرتا ہے جس نے انسان کو پہلی بار اس کے باطنی تقویٰ، روحانی وقار اور مساوی حقوق کے شعور سے روشناس کیا۔ یہ وہ مثالی مساوات ہے جس نے نہ صرف اسلامی تہذیب کے خمیر میں عدل و کرم کا جوہر پیدا کیا بلکہ جدید انسانی حقوق کے مباحث میں بھی اپنی فکری روشنی برقرار رکھی۔

مبحثِ سوم: سیرت النبی ﷺ میں نظامِ مواسات و تکافل: اقتصادی عدل کی تکوینی جہات

[9] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik, Al-Sīra al-Nabawīya (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1955), 1: 146
[10] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 2: 891
[11] Watt, W. Montgomery, Muhammad: Prophet and Statesman (Oxford: Clarendon Press, 1961), 229

سیرتِ نبوی ﷺ میں نظام مواسات و تکافل محض ایک سماجی یا اقتصادی نظم نہیں بلکہ ایک ایسی روحانی و اخلاقی تحریک ہے جس نے انسانی معاشرے کو عدل، شفقت، اور باہمی تعاون کے اصولوں پر از سرِ نو استوار کیا۔ اسلام نے معیشت کو محض دولت کی تقسیم کا مسئلہ نہیں سمجھا، بلکہ اسے انسانی اخلاق، ذمہ داری اور روحِ اخوت کے ساتھ جوڑ کر ایک ایسا ہمہ گیر نظام تشکیل دیا جو فرد اور اجتماع دونوں کی فلاح کو مقصود رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں معاشی مساوات اور باہمی کفالت کا تصور عملی طور پر ریاستِ مدینہ کے معاشرتی ڈھانچے میں متشکل ہوا، جہاں دولت کا بہاؤ محدود طبقات تک نہیں بلکہ پورے معاشرے میں توازن کے ساتھ جاری تھا۔

مواسات و تکافل کے اصول اور ان کی سماجی افادیت

قرآنِ مجید نے مواسات اور باہمی تعاون کی اساس کو صریح انداز میں بیان کیا:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[12]

"اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کا حق ہوتا ہے۔"

یہ آیت صرف انفاق کی اخلاقی ترغیب نہیں بلکہ سماجی ذمہ داری کا اعلان ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہی تصور ایک مربوط نظامِ مواسات کی صورت اختیار کرتا ہے۔ مدینہ کی ابتدائی ریاست میں جب مہاجرین بے سروسامانی کی حالت میں تھے، نبی ﷺ نے انصار کے ساتھ ان کی مواخات قائم کی: ایسا عملی نمونہ جس میں دولت، محنت، اور عزتِ نفس کے درمیان توازن پیدا کیا گیا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی روایت ہے کہ جب انصار کے ایک بھائی نے ان کے ساتھ اپنی نصف دولت بانٹنے کی پیشکش کی تو انہوں نے فرمایا:

بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ[13]

"اللہ تمہارے اہل ومال میں برکت دے، مجھے بازار کا راستہ دکھادو۔"

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ مواسات کا مفہوم محض عطیہ یا صدقہ نہیں، بلکہ ایک باعزت اشتراکِ معیشت ہے، جو خود کفالت اور عزتِ محنت کے ساتھ جڑا ہے۔

اسلامی مواسات کا یہ اصول صرف امداد نہیں بلکہ معاشرتی توازن کا ضامن ہے۔ جیسا کہ امام رازیؒ نے فرمایا:

"الإنفاق سبب لبقاء النظام في العالم، فبتركه يختلُّ أمرُ العالَم[14]".

"انفاق ہی دنیا کے نظام کے بقا کا سبب ہے، اس کے ترک سے نظامِ عالم بگڑ جاتا ہے۔"

یہ تعبیر اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ نبی ﷺ کی معاشی حکمتِ عملی دراصل توازنِ دولت اور بقاءِ تمدن کا بنیادی وسیلہ تھی۔

سیرت النبی ﷺ میں زکوٰۃ، صدقات، اور بیت المال کا اخلاقی و ادارتی کردار

نبی اکرم ﷺ کے دورِ رسالت میں زکوٰۃ اور صدقات کا نظام ریاستی نظم میں ضم ہو گیا، جو نہ صرف عبادت بلکہ سماجی انصاف کا آلہ تھا۔ قرآن نے فرمایا:

---

[12] Al-Dhāriyāt 51:19

[13] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 3: 1401

[14] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, Al-Tafsīr al-Kabīr (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣrīya, 1934), 28: 92

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[15]

"ان کے مالوں میں سے صدقہ لو تاکہ تم ان کو پاک اور ان کا تزکیہ کرو۔"

زکوٰۃ کے اس حکم نے دولت کو عبادت کے دائرے میں داخل کیا اور اس کے ذریعے سماجی طہارت کا مفہوم متعین کیا۔ نبی ﷺ نے زکوٰۃ کے مصارف، اصول، اور نظم کو ایک ادارتی شکل دی، جس کے تحت بیت المال کی بنیاد رکھی گئی۔

ابنِ سعد نے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے بیت المال کے نظام کو باقاعدہ طور پر منظم فرمایا تاکہ معاشرے میں کوئی فرد محتاج نہ رہے:

"كان رسول الله ﷺ يقسم أموال الصدقة في يومها ولا يدّخر منها شيئاً"[16].

رسول اللہ ﷺ صدقے کے اموال کو اسی دن تقسیم فرما دیتے، کچھ بھی ذخیرہ نہ رکھتے تھے۔"

یہ انتظامی طرزِ عمل ریاستِ مدینہ کے اس تصور کی بنیاد تھا جس میں دولت کا ارتکاز گناہ اور اس کی گردش فلاح قرار پائی۔ نبی ﷺ نے نہ صرف دولت کی گردش کو اخلاقی فریضہ بنایا بلکہ اسے ریاستی ذمہ داری کا حصہ بھی بنایا۔

صدقات کا دائرہ زکوٰۃ سے وسیع تر تھا: ایک ایسی رضاکارانہ مواسات جو انسانی ہمدردی کو اجتماعی سطح پر استحکام بخشتی تھی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ[17]

"صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔"

یہ تعلیم معاشی عدل کو روحانی اطمینان سے جوڑتی ہے: گویا دولت کی حقیقی افزائش اس کے بانٹنے میں مضمر ہے۔

معاشی تفاوت کے تدارک میں نبوی ﷺ عدل کا فکری و عملی اثر

رسولِ اکرم ﷺ نے دولت کی نابرابری کو محض سماجی مسئلہ نہیں سمجھا، بلکہ اسے اخلاقی اور روحانی فساد کی علامت قرار دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

كادَ الفقرُ أن يكونَ كفرًا[18]

"فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے۔"

یہ ارشاد نبوی ﷺ دراصل اس حقیقت کا ادراک ہے کہ غربت انسانی وقار کو مجروح کرتی ہے اور عدلِ اقتصادی کے بغیر ایمان کا تکمیل ممکن نہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے ایسے تمام اقدامات کیے جو طبقاتی تفاوت کے خاتمے کا ذریعہ بنے۔

مستشرق John Esposito اس پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

[15] Al-Tawbah 9:103
[16] Ibn Saʿd, Muḥammad, Al-Ṭabaqāt al-Kubrā (Beirut: Dār Ṣādir, 1957), 1: 489
[17] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 2: 693
[18] Bayhaqī, Aḥmad, Shuʿab al-Īmān (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1410 AH), 7: 448

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"The Prophet's economic reforms created a moral economy where wealth was a trust, not a possession, and its circulation a moral obligation."[19]

" نبی ﷺ کی معاشی اصلاحات نے ایک اخلاقی معیشت قائم کی جہاں دولت ملکیت نہیں بلکہ امانت تھی، اور اس کا بہاؤ اخلاقی ذمہ داری۔"

یہی وہ نظریاتی توازن تھا جس نے مدینہ کو معاشی عدل اور سماجی تعاون کا نمونہ بنایا: جہاں نہ سرمایہ فرد کے استحقاق کا مظہر رہا، نہ فقر انسانی بے بسی کی علامت۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں نظامِ مواسات و تکافل، دراصل اسلامی تمدن کے اس تکوینی اصول کی تعبیر ہے جو اقتصادی عدل، روحانی تزکیہ، اور اجتماعی بقا کے مابین ایک کامل ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ یہ نظام آج بھی دنیا کے لیے اس سبق کا مظہر ہے کہ حقیقی فلاح دولت کے انبار میں نہیں بلکہ عدل و مواسات کے توازن میں پوشیدہ ہے۔

مبحثِ چہارم: سیرت النبی ﷺ میں عدلِ اجتماعی کا تمدنی و قانونی نظام: قضاء، مشاورت اور نظمِ معاشرت

سیرتِ نبوی ﷺ میں تربیتِ کردار کا نظام ایک ایسی اخلاقی تعمیر ہے جس کی بنیاد تزکیۂ باطن، اصلاحِ ظاہر، اور توازنِ روح و عقل پر استوار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انسانی شخصیت کو محض قانونی یا خارجی نظم میں نہیں بلکہ باطنی طہارت اور اخلاقی خودآگہی کے ذریعے سنوارا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں اخلاق، روحانیت اور سماج: تینوں ایک وحدت میں جڑے ہوئے ہیں، اور یہ وحدت انسان کے تزکیہ، توازن اور تکمیلِ وجود کا سرچشمہ ہے۔

تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق کی نبوی ﷺ حکمتِ عملی

قرآنِ حکیم تزکیۂ نفس کو بعثتِ نبوی ﷺ کا بنیادی مقصد قرار دیتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[20]

"یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کیا، اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔"

تزکیہ دراصل انسان کے اندرونی تضادات کو ربانی نظم میں ڈھالنے کا نام ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ تزکیہ محض ریاضت یا مجاہدہ نہیں بلکہ علم و عمل کے تفاعل سے پیدا ہونے والا توازن ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ[21]

"مجھے صرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اخلاق کے کامل نظام کو مکمل کر دوں۔"

[19] Esposito, John L., Islam: The Straight Path (New York: Oxford University Press, 1998), 52
[20] Al-Qurʾān, 91:9–10
[21] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 4: 2734

یہ ارشاد سیرتِ نبوی ﷺ کی اخلاقی اساس کی جامع تعبیر ہے۔ تزکیۂ نفس کا منہاج یہاں خارجی ضبط سے زیادہ داخلی خودنگری پر مبنی ہے، جہاں دل کے شعور کو اعمال کا ضمیر بنادیا گیا۔

امام ابن قیم نے Madarij al-Sālikīn میں لکھا:

التزكية تطهير القلب من أدران الغفلة، وتعميره بأنوار المعرفة والمحبة[22].

"تزکیہ دل کو غفلت کی میل سے پاک کرنے اور اسے معرفت و محبت کے انوار سے معمور کرنے کا نام ہے۔"

یہ فکری و روحانی حکمتِ عملی ہی نبی کریم ﷺ کے اخلاقی تربیتی نظام کا جوہر ہے، جس نے انسانی وجود کو روحانی بصیرت، اخلاقی توازن اور عملی پاکیزگی کے ایک ہم آہنگ رشتے میں باندھا۔

تربیتِ کردار میں عملی نمونہ (Uswah Ḥasanah) کا مرکزی کردار

نبوی تربیت میں Uswah Ḥasanah یعنی عملی نمونہ، اخلاقی تربیت کا مرکز و محور ہے۔ قرآنِ مجید نے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو انسانی کردار کا کامل نمونہ قرار دیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ[23]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے۔"

یہ آیت نبوی سیرت کو محض اسوۂ روحانی نہیں بلکہ مظہرِ عملی اخلاق کے طور پر متعارف کراتی ہے۔ نبی ﷺ کی تربیت قول سے زیادہ عمل کی تاثیر پر مبنی تھی؛ آپ ﷺ نے تعلیم کو کردار کے عمل میں ڈھال کر اخلاقی بصیرت کو اجتماعی رویے کا حصہ بنایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ[24]

"ان کا اخلاق قرآن تھا۔"

یہ گواہی اس بات کی عکاس ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن کو کردار میں مجسم کر دیا، اور یہی کردار تعلیم و تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ بنا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے کہا:

"تربیتِ نبوی ﷺ میں سب سے مؤثر عامل خود ذاتِ نبوی ﷺ تھی: آپ کا عمل ہی درس تھا، آپ کی خاموشی خود موعظت تھی، اور آپ کا عفو اخلاق کی عملی تفسیر تھا۔[25]"

[22] Ibn al-Qayyim, Madārij al-Sālikīn (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1386 AH), 2: 321
[23] Al-Qurʾān, 33:21
[24] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafīya, 1311 AH), 1: 1104
[25] Sīrat al-Nabī, Lahore: Majlis-e-Tahqīqāt-e-Islāmī, 1951, 3: 82

امام غزالی نے اخلاقی اصلاح کو "سنتِ باطنی" قرار دیا: یعنی نبی ﷺ کی ظاہری سنت کے پیچھے ایک روحانی ترتیب جو دل و کردار دونوں کو ہم آہنگ کرتی ہے[26]

انفرادی اخلاق سے اجتماعی کردار تک: سیرتِ نبوی ﷺ کا ہمہ گیر اثر

سیرتِ نبوی ﷺ کا اخلاقی منہاج صرف فرد کی اصلاح تک محدود نہیں بلکہ پورے معاشرتی ضمیر کی تشکیل کا حامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کردار کی تطہیر کو اجتماعی عدل، تعاون، اور خدمتِ خلق سے جوڑ دیا، یوں اخلاق ایک سماجی قوت میں تبدیل ہو گیا۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الْمُؤمِنُ للمُؤمِنِ كالبُنْيانِ يَشُدُّ بَعضُهُ بَعضًا[27]

"مؤمن مؤمن کے لیے دیوار کے اینٹوں کی مانند ہے، جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں۔"

یہ تشبیہ فرد کے اخلاق کو اجتماعی وحدت میں ضم کرتی ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمن نے لکھا:

> "The Prophet transformed morality from individual virtue into a collective ethic, a moral sociology that defined the entire community's conscience."[28]

"نبی اکرم ﷺ نے اخلاق کو انفرادی فضیلت سے اجتماعی اخلاقیات میں بدل دیا، جو پوری امت کے ضمیر کی تشکیل کا ذریعہ بن گیا۔"

اس اجتماعی کردار سازی کا ماحصل ایک ایسا معاشرہ تھا جو انصاف، رحمت، اور باہمی احترام پر قائم ہوا۔ امام ابن خلدون کے نزدیک یہی سیرتِ نبوی ﷺ کا "عمرانی معجزہ" تھا کہ ایک غیر منظم گروہ کو اخلاقی ضابطے کے ذریعے تہذیبی وحدت میں بدل دیا[29]

یوں سیرتِ نبوی ﷺ کا نظامِ اخلاق، انسان کو باطن کی صفائی سے لے کر سماج کی تشکیل تک ایک ہی نورانی تسلسل میں پرو دیتا ہے، جہاں تزکیہ، اسوہ، اور اجتماعیت: تینوں مل کر انسانی اخلاق کو الوہی کمال تک پہنچاتے ہیں۔

مبحثِ پنجم: سیرت النبی ﷺ کا نظامِ معاشرتی انصاف اور عصرِ حاضر میں سماجی تعمیرِ نو کی تطبیقی معنویت

مبحثِ پنجم: سیرت النبی ﷺ کا نظامِ معاشرتی انصاف اور عصرِ حاضر میں سماجی تعمیرِ نو

سیرتِ نبوی ﷺ میں معاشرتی انصاف کا تصور محض ایک اخلاقی یا روحانی پہلو نہیں رکھتا، بلکہ یہ اسلامی تمدن کے فکری و قانونی ڈھانچے کا بنیادی رکن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عدل کو نہ صرف ایمان کی اساس قرار دیا بلکہ اسے اجتماعی زندگی کے نظم و ضبط، سماجی بقا، اور انسانی برابری کا عملی اصول بنایا۔

[26] Iḥyā᾽ ʿUlūm al-Dīn, Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1356 AH, 3: 47
[27] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafīya, 1311 AH), 8: 6026
[28] Fazlur Rahman, Islam and Modernity (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 45
[29] Muqaddimah, Cairo: Dār al-Fikr, 1377 AH, 2: 215

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مدینہ کی ریاست کا قیام دراصل اسی عدلِ اجتماعی کے عملی اظہار کا نقطۂ آغاز تھا، جہاں عدل، احسان اور قسط کے اصولوں پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل پایا جو دین اور دنیا دونوں کی فلاح کے لیے نمونۂ کامل بن گیا۔

قرآنِ مجید نے عدل کو نہ صرف ایک اخلاقی قدر بلکہ معاشرتی توازن کے ضامن قانون کے طور پر پیش کیا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[30]

"بے شک اللہ عدل اور احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔"

یہ قرآنی فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی ریاست میں عدل محض قانونی تقاضا نہیں بلکہ ایمان کا مظہر اور اخلاقی تہذیب کی بنیاد ہے۔ نبی ﷺ نے مدینہ کی تنظیمِ اجتماعی میں عدل و احسان کے اس توازن کو عملی صورت دی—عدل کے ذریعے قانون کی بالادستی اور احسان کے ذریعے سماجی ہم آہنگی قائم کی۔

قضاء وعدل: قانون کی غیر جانب داری

نبی اکرم ﷺ نے قضاء کے ادارے میں انصاف کو غیر طبقاتی، غیر لسانی اور غیر خاندانی امتیاز سے پاک رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

»إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ[31]«

"تم سے پہلے لوگوں کو اس لیے ہلاک کیا گیا کہ وہ جب کوئی شریف چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔"

یہ روایت اس امر کا مظہر ہے کہ نبوی نظامِ عدل نے سماجی طبقات کے درمیان امتیاز کو منسوخ کر دیا۔ یہاں قانون کی اطلاقی حیثیت میں برابری اصولی طور پر قائم کی گئی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدل اسلامی تمدن کا وہ بنیادی ستون ہے جو کسی طبقے یا خاندان کے اعتبار سے متغیر نہیں ہوتا۔

شوریٰ: اجتماعی رائے اور حکمرانی کا آئینی اصول

مدینہ میں نبی ﷺ نے سیاسی نظم کو مشاورت کے اصول پر استوار کیا۔ قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[32]

"اور ان سے مشورہ کرو، پھر جب فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔"

---

[30] Al-Naḥl 16:90

[31] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 1681

[32] Āl ʿImrān 3:159

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ آیت قیادت و سیاست کے اس اصول کو ظاہر کرتی ہے جس میں شخصی مطلقیت کے بجائے اجتماعی مشاورت کو حاکمیت کی بنیاد قرار دیا گیا۔ نبی ﷺ نے جنگِ بدر، اُحد اور خندق جیسے مواقع پر شوریٰ کے ذریعے اجتماعی فیصلے کیے، جو مدینہ کی سیاسی زندگی کو جمہوری طرزِ عمل میں ڈھالنے کا عملی نمونہ تھا۔ اس طرح شوریٰ محض مشورے کی اخلاقی تاکید نہیں بلکہ ایک آئینی فریضہ بن گئی۔

رعایتِ انسانی: عدل کے ساتھ رحمت کا امتزاج

نظامِ نبوی ﷺ میں عدل کے نفاذ کے ساتھ انسانی کمزوریوں اور اصلاحی امکانات کو بھی ملحوظ رکھا گیا۔ ایک بدوی نے جب عدالت میں اپنے جرم کا اعتراف کیا، تو آپ ﷺ نے تین بار اس سے رجوع کرنے کا اشارہ دیا تاکہ رحمت و اصلاح کا دروازہ کھلا رہے۔[33]

یہ اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ اسلامی عدل محض انتقام یا سزا کا نام نہیں بلکہ ایک اصلاحی و انسانی نظام ہے جو اخلاقی بیداری اور معاشرتی توازن کے ساتھ قانون کو ہم آہنگ کرتا ہے۔ یہی وہ توازن ہے جس نے ریاستِ مدینہ کو ظلم کے انسداد اور رحمت کے فروغ کا مرکز بنا دیا۔

عدل و شوریٰ کا تمدنی ارتقاء

سیرتِ نبوی ﷺ کے اس جامع نظام نے اسلامی ریاست کو ایک ایسا آئینی سانچہ فراہم کیا جس میں عدل و قسط، مساوات و شوریٰ اور رحمت و احسان کے اصول آپس میں مربوط ہیں۔ یہ وہی ماڈل ہے جسے جدید مسلم مفکرین نے "constitutional prototype" کے طور پر تعبیر کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق:

> "The Prophet of Islam founded a polity in which justice was the soul and consultation the method of governance."[34]

"نبی اسلام ﷺ نے ایک ایسی ریاست قائم کی جس میں عدل روح کی مانند اور مشاورت طرزِ حکمرانی تھی۔"

یہ تعبیر بتاتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کا معاشرتی انصاف صرف ماضی کی تاریخی حقیقت نہیں بلکہ ہر عہد کے سماجی و سیاسی عدل کے لیے ایک ابدی ماڈل ہے۔ نبی ﷺ کی مدنی ریاست میں قانون و اخلاق، عدل و احسان، اور شوریٰ و مساوات کا جو حسین امتزاج نظر آتا ہے، وہی عصرِ حاضر کی سماجی تعمیرِ نو کے لیے بھی رہنما اصول فراہم کرتا ہے — جہاں انسان کی کرامت، قانون کی مساوات، اور مشاورت کی شمولیت ایک متوازن اور عادلانہ معاشرہ تشکیل دے سکتی ہے۔

[33] Ibn Ḥanbal, Aḥmad, Musnad (Cairo: al-Maktaba al-Tawfīqīya, 1313 AH), 3: 91
[34] Ḥamīdullāh, Muḥammad, The First Written Constitution in the World (Hyderabad: Dāirat al-Maʿārif al-ʿUthmānīya, 1941), 27